ہمنے دونوں شاعروں کی غزلوں کی شرح بخوبی کردی ہے، مگر زیادہ نکتہ چینی کرنا غیر ضروری سمجھا ہے اور دونوں غزلوں میں محاکمہ کرنا بھی ناظرین کی رائے پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ خود بشرطیکہ فارسی شعر کا صحیح مذاق رکھتے ہونگے۔ اس بات کا اندازہ کرلینگے کہ دونوں غزلوں میں کیا نسبت ہے۔

رباعیات

مرزا کی رباعیاں تعداد میں قریب سوا سو کے ہیں۔ جنمیں سے اکثر شوخی و بیباکی، بادہ نوازی، فخر و مباہات، اور شکایت و زارنالی کے مضامین پر مشتمل ہیں۔ اور کسی قدر متصوفانہ، اور چند خاص خاص مضامین پر ہیں۔ خمریات میں ظاہرا عمر خیام کا تتبع معلوم ہوتا ہے۔ مرزا کی رباعی میں بہ نسبت عام غزلیات کے زیادہ صفائی و شگفتگی اور گرمی پائی جاتی ہے۔ چنانچہ اُن میں سے کسی قدر رباعیاں بطور نمونے کے یہاں نقل کیجاتی ہیں۔ اور جہاں ضرورت ہوگی رباعی کے ساتھ اُسکی شرح بھی کردیجائیگی

۱ غالب بہ گہر ز دودۂ زاد شمم — زاں رو بصفای دم تیغست دمم
چوں رفت سپہدی، زدم چنگ بشعر — شد تیر شکستۂ نیاگاں قلمم

گہر، گوہر، اصل۔ دودہ، نسل و خاندان۔ زادشم پشنگ کے باپ اور تور ابن فریدوں کے بیٹے کا نام ہے۔ جسکی نسل میں مرزا اپنے تئیں بتاتے ہیں۔ دم تیغ، تلوار کی دھار۔ دمم، یعنی میرا کلام۔ سپہدی، سلطنت و سپہ سالاری۔ نیا، دادا۔ نیاگاں جمع۔ کہتا ہے کہ جب سپہدی ہماری قوم سے رخصت ہوگئی تو میں نے شعر کہنا اختیار کرلیا، گویا بزرگوں کا ٹوٹا ہوا تیر میرا قلم بنگیا۔

۲ شرطست کہ بہر ضبط آداب و رسوم — خیزد لبعد از نبی امام معصوم

زاجماع چہ گوئی بہ علی باز گرای — مہ جاے نشین مہر باشد نہ نجوم

یہ رباعی مرزا کے تفضیلی ہونے پر دلالت کرتی ہے نہ تشیع پر، کیونکہ خلفاے ثلثہ پر نجوم کا اطلاق حضرات شیعہ نہیں کرسکتے۔

۳ راہیست ز عبد تا حضور اللہ — خواہی تو درازگیر و خواہی کوتاہ
این کوثر و طوبیٰ کہ نشانہا دارد — سرچشمہ و سایہ ایست در نیمۂ راہ

کہتا ہے کہ بندے سے خدا کی حضور تک ایک راہ ہے، خواہ اُسکو دراز سمجھو خواہ کوتاہ سمجھو۔ اور یہ جو کوثر و طوبیٰ ہیں جنمیں اُسکی راہ کے کچھ کچھ نشاں پائے جاتے ہیں۔ یہ ایسے ہیں جیسے اثنار راہ میں چشمہ اور سایہ آجاتا ہے۔

۴ آں مرد کہ زن گرفت دانا نبود — از غصہ فراغتش ہمانا نبود
دارد بجہاں خانہ و زن نیست درو — نازم بخدا چرا توانا نبود

تیسرے مصرع میں دارد کا فاعل خدا ہے جسکا نام چوتھے مصرع میں لیا ہے خانہ سے مراد خانۂ کعبہ ہے باقی شعر کے معنی ظاہر ہیں۔

۵ با دست غم آں باد کہ حاصل ببرد — آب رخ ہوشمند و غافل ببرد
بگذاشتہ ام خُمے ز صہبا بہ پسر — کش اندہ مرگ پدر از دل ببرد

کہتا ہے کہ غم ایک ہوا ہے۔ ایسی ہوا کہ تمام خرمن کو اڑا لیجائے، اور دانا اور ناداں کی آبرو کو بہالے جائے، اسی لئے میں بیٹے کے لئے ایک شراب کا مٹکا چھوڑ چلا ہوں، تاکہ باپ کے مرنے کا غم اُسکے دل سے دھو دے۔

شوخی

۶ اے آنکہ براہِ کعبہ روئے داری — نازم کہ گزیدہ آرزوئے داری
زیں گونہ کہ تند مے خرامی - دانم — در خانہ زنِ ستیزہ خوئے داری

کعبہ جانے والے سے کہتا ہے کہ تیرا ارادہ تو بہت عمدہ ہے، مگر تو جو ایسا بھاگا جاتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ تیرے گھر میں بدمزاج عورت ہے جسکے سبب سے کعبہ جانے میں اسقدر جلدی ہے۔

فخریہ

۷ شاہا ہرچند وا یہ جو آمدہ ام — دانی کہ چہ پایہ نغز گو آمدہ ام
رنگم کہ بہار را بہ رو آمدہ ام — آبم کہ محیط را بجو آمدہ ام

بے تعلقی

۸ زانجا کہ دلم بو ہم در بند نبود — با ہیچ علاقہ سخت پیوند نبود
مقصودِ من از کعبہ و آہنگِ سفر — جز ترکِ دیارِ زن و فرزند نبود

یعنی چونکہ میں وہم میں - جو نیست کو ہست کی صورت میں دکھاتا ہے - گرفتار نہ تھا، اسی لئے کعبہ کے عزم سفر سے میرا مقصد زن و فرزند کا ملک چھوڑ دینے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

عاشقانہ

۹ اے جامِ شرابِ شادکامی زدہ — در جور دم از بلند نامی زدہ
یاد آر زمن چو بینی اندر راہے — تنہا روِ خستہ حرامی زدہ

حرامی = قزاق۔ حرامی زدہ = قزاقوں کا لوٹا ہوا۔ اس شعر میں معشوق کی طرف خطاب کیا ہے اور اپنی حالت کو اُس مسافر کے مشابہ بتایا ہے جو تنہا ہو، مجروح ہو، اور قزاقوں نے اسے لوٹ لیا ہو، گویا معشوق کو قزاق ٹھیرایا ہے۔

شوخی

۱۰ اے آنکہ ترا سعی بدرمانِ من ست — منعم مکن از بادہ کہ نقصانِ من ست
حیف ست کہ بعدِ من بمیراث رود — ایں یک دو سہ خم کہ در شبستانِ من ست

طبیب کی طرف خطاب ہے کہ مجھے بیماری میں شراب سے کیوں منع کرتا ہے؟ اگر میں گیا تو غضب ہو جائیگا، کہ یہ گھڑے دو تین مٹکے میرے کام تو نہ آئینگے، میرے وارثوں کو پہنچ جائینگے۔

۱۱ آنم کہ بہ پیمانۂ من ساقیِ دہر — ریزد ہمہ دُردِ دَرد و تلخ آبۂ زہر
بگذر ز سعادت و نحوست - کہ مرا — ناہید بہ غمزہ کُشت، و مریخ بقہر

ناہید یعنی زہرہ کو سعد اور مریخ کو نحس قرار دیا گیا ہے۔ کہتا ہے کہ سعادت و نحوست کے خیال کو جانے دو، میرے حق میں تو سعد و نحس دونوں قسم کے ستارے نحس ہو گئے، کہ زہرہ نے مجھے غمزے سے قتل کیا اور مریخ نے قہر سے۔

۱۲ شرطست کہ روی دل خراشم ہمہ عمر — خونابہ بہ رخ ز دیدہ پاشم ہمہ عمر
کافر باشم اگر بمرگِ مومن — چوں کعبہ سیہ پوش نباشم ہمہ عمر

۱۳ غالب روشِ مردمِ آزاد جداست — زنّارِ اسیرانِ رہ و زاد جداست
ما ترکِ مراد را ارم می دانیم — واں باغچہ ضبطیِ شداد جداست

یعنی آزاد لوگوں کی اَور روش ہے، اور جو لوگ توشہ اور رسم و راہ کے گرفتار ہیں اُنکا اَور ڈھنگ ہے۔ ہم کہ آزاد لوگ ہیں، ہمارے نزدیک ترکِ مراد کا نام ارم ہے، اور وہ ارم جس سے شداد محروم رکھا گیا وہ ہمارے ارم سے الگ ہے۔

۱۴ ایں نامہ کہ راحتِ دلِ ریش آورد — سرمایۂ آبروے درویش آورد
در ہر بُنِ مُو دمید جانے - یعنی — سامانِ نثارِ خویش باخویش آورد

۱۵ منصورِ غمش ز نکتہ چیناں چہ بود — در راست خطر ز ہمنشیناں چہ بود

چوں عاقبتِ یگانہ بینیاں دارست   دریاب کہ انجام دوبنیاں چہ بود

کہتا ہے کہ اگر منصور کو لوگ کہیں کہ سولی پر چڑھایا گیا اور ذلت سے مارا گیا تو منصور کو اسکی کچھ پروا نہیں مگر تم دیکھو کہ جب منصور جیسے یگانہ بیں لوگوں کا انجام دار ہے تو دوبینوں کا انجام کیا ہونے والا ہے۔

شوخی
۱۶ ہر کس ز حقیقت خبرے دانستہ است   بر خاکِ رہِ عجز سرے دانستہ است
زاہد ز خدا ارم بدعوے طلبد   شداد ہمانا پسرے داشتہ است

کہتا ہے کہ جو شخص اپنی یا انسان کی حقیقت سے واقف ہوتا ہے اسکو عاجزی کرنے کے سوا کچھ بن نہیں آتی۔ پس زاہد جو خدا سے ارم دعوے کے ساتھ طلب کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شداد نے بیٹا اپنا وارث چھوڑا تھا۔ کیونکہ اوّل تو ارم جو کہ متروکہ شداد ہے اسکا دعوے کرنا، اور پھر خدا کے سامنے اسکے مانگنے میں ہیکڑی کرنی، یہ دونو باتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ شداد نے اپنا وارث حقیقی چھوڑا تھا۔

شوخی
۱۷ غالب بسخن گرچہ کسے ہمسر نیست   از نشۂ ہوش ہیچ اندر سر نیست
مے خواہی و مفت و نغز و انگہ بسیار!!!   ایں بادہ فروش ساقیِ کوثر نیست

کہتا ہے کہ اے غالب اگرچہ شاعری میں کوئی تیرا ہمسر نہیں، مگر عقل کا نشہ تیرے دماغ میں بالکل نہیں، شراب چاہتا ہے، وہ بھی مفت، اور وہ بھی عمدہ، اور پھر کثرت سے!!! یہ بادہ فروش ہے، ساقیِ کوثر نہیں کہ تیری سب خواہشیں پوری کر دیگا۔

شوخی
۱۸ گردیدنِ زاہدان بجنت گستاخ   ویں دست درازی بہ ثمر شاخ بشاخ

چوں نیک نظر کنی ز روئے تشبیہ   مانند بہ بہائم و غلفت زار فراخ

یعنی زاہدوں کا بہشت میں بیباک پھرنا، اور جا بجا ٹہنیوں پر پھلوں کے لئے ہاتھ مارنا، اگر غور کرکے دیکھو تو اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ ایک وسیع چراگاہ ہے اور اسمیں ڈھور ڈانگر چرتے پھرتے ہیں۔

اخلاق
۱۹ آں راکہ بود درستئ در فرجام   ہم محرمِ خاص آید و ہم مرجعِ عام
آساں نبود کشاکشِ پاسِ قبول   زنہار نہ گردی بہ نکوئی بدنام

فرجام- انجام اور نکوئی انجام اور رنگ و رونق کو بھی کہتے ہیں۔ یہاں رنگ و رونق یعنی شہرت و ناموری مراد ہے۔ کہتا ہے کہ جسکی شہرت صحیح اور سچی ہوتی ہے وہ ضرور ہے کہ خواص کا محرم اور عوام کا مرجع واقع ہو۔ مگر پاس قبول کی کشاکش یعنی ہر موقع پر اس بات کا خیال رکھنا کہ قبولیت میں فرق نہ آئے- نہایت سخت چیز ہے۔ پس ہرگز نیکی کے ساتھ بدنام یعنی مشہور ہونا نہیں چاہیئے۔ اس موقع پر بجاے مشہور کے بدنام کا لفظ نہایت بلیغ واقع ہوا ہے جس سے ساری رباعی میں جان پڑگئی ہے۔

تمنی
۲۰ در عالمِ بے زری کہ تلخست حیات   طاعت نتواں کرد بامیدِ نجات
اے کاش ز حق اشارتِ صوم و صلوٰۃ   بودے بوجودِ مال چوں حج و زکوٰۃ

کہتا ہے کہ بے مقدوری کی حالت میں جبکہ زندگی تلخ ہوتی ہے نجات کی امید پر طاعت نہیں ہو سکتی کاش ایسا ہوتا کہ جس طرح حج اور زکوٰۃ میں استطاعت اور تموّل شرط ہے روزہ اور نماز میں بھی یہی شرط ہوتی۔

شکایت ابنائے زمان

۲۱ ہرچند زمانہ مجمعِ جہال ست — در جہل نہ حالِ شاں بیک منوال ست
کودن ہمہ۔ لیک از یکے تا دگرے — فرقِ خرِ عیسیٰ و خرِ دجال ست

کہتا ہے کہ اگرچہ زمانے میں جھڑاں جاہل بھرے ہوئے ہیں، مگر جہل میں انکا حال متفاوت و مختلف ہے۔ کودن تو سب ہیں۔ مگر ایک دوسرے میں ایسا فرق ہے جیسا خرِ عیسیٰ اور خرِ دجال میں۔

۲۲ تا میکش و جوہر دو سخنور داریم — شانِ دگر و شوکتِ دیگر داریم
در میکدہ پیریم کہ میکش از ماست — در معرکہ تیغیم کہ جوہر داریم

یہ رباعی منشی جواہر سنگھ جوہر اور میر احمد حسین میکش کے حق میں۔ کہ دونو مرزا کے عزیز شاگردوں میں سے تھے۔ لکھی ہے۔ در میکدہ پیریم یعنی پیرِ میناہیم۔ باقی رباعی کے معنی ظاہر ہیں۔

فخریہ

۲۳ دستم بکلیدِ مخزنے می بایست — ور بود تہی۔ بدامنے می بایست
یا ہیچ گہم بکس نیفتادے کار — یا خود بزمانہ چون منے می بایست

کہتا ہے کہ یا تو میرے ہاتھ میں کسی خزانے کی کنجی چاہئے تھی، اور اگر ہاتھ خالی ملا تھا تو کسی کا دامن ہونا چاہئے تھا۔ جسکے توسّل سے زندگی بسر ہوتی؛ یا مجھکو کبھی کسی سے کام نہ پڑتا، اور یا زمانے میں خود مجھ جیسا صاحب کمال ہوتا۔ جو میری قدر کرتا۔

امید عفو

۲۴ ہستم زمئے امید سرمست و بس ست — دارم سرِ ایں کلاوہ در دست۔ و بس ست
گر از تو بس لطف و کرمے نیست مباش! — استحقاقِ ترحمے ہست و بس ست

سرِ ایں کلاوہ۔ یعنی سرِ ایں رشتہ۔ باقی معنی ظاہر ہیں۔

۲۵ گر گرد زگنج گہرے برخیزد — مپسند کہ دود از جگرے برخیزد
منت نتواں نہاد برگدیہ گراں — بنشیں کہ بخدمت دگرے برخیزد

گنجِ گہرے گرد اُٹھنے کے معنی اُسکے خالی ہوجانے کے ہیں۔ کہتا ہے کہ اگر جواہرات کا خزانہ خالی ہوجائے تو بلا سے، مگر یہ گوارا مت کر کہ کسی کے جگر سے دھواں اُٹھے۔ بھیک مانگنے والوں پر احسان نہیں رکھا جاسکتا؛ خدا نے اُنکی خدمت پر تجھکو کھڑا کیا ہے، اگر تجھ سے یہ خدمت پوری نہیں ہوسکتی تو بیٹھ جا، تاکہ دوسرا اِس خدمت کے لئے اُٹھے۔

۲۶ اے دوست بسوی ایں فرو ماندہ بیا — از کوچۂ غیر راہ گرداندہ بیا
گفتی کہ مرا مخواں کہ من مرگ توام — بر گفتۂ خویش باش و ناخواندہ بیا

اوپر کے دونو مصرعے صاف ہیں اُسکے بعد کہتا ہے کہ اے دوست تو نے مجھسے کہا تھا کہ مجھے مت بُلانا میں تیری موت ہوں اچھا اب تو اپنے کہنے پر قائم رہ اور جس طرح کہ موت بن بلائے آتی ہے تو بھی بن بُلائے چلا آ۔

اے آنکہ ہما اسیرِ دامت باشد — صافِ مئے خسروی بجامت باشد
۲۷ تسبیح بہر اسمِ الٰہی کہ بود — آغاز ز ابتدائے نامت باشد

یہ رباعی سبحان علیخاں مرحوم کو جو مرزا نے خط لکھا تھا اُسکے اوّل میں لکھی تھی معنی ظاہر ہیں

۲۸ بازی خورِ روزگار بودم ہمہ عمر — از بخت امیدوار بودم ہمہ عمر
بے مایہ بفکرِ سود ماندم ہمہ جا — بے وعدہ در انتظار بودم ہمہ عمر

۲۹ باید کہ دلت ز غصہ برہم نشود — از رفتنِ زر دست خوشِ غم نشود

این سیم و زرست خواجہ! این سیم و زرست — غم نیست کہ ہر چند خوری کم نشود

دست خوش۔ مغلوب و زیر دست۔ کہتا ہے کہ اے دولتمند! چاہئے کہ روپے کے کم ہو جانے سے تیرا دل پریشان اور غم میں دبا ہوا رہے۔ اے حضرت یہ سیم و زر ہے، اور پھر کہتا ہوں کہ سیم و زر ہے، یہ غم نہیں ہے کہ جس قدر کھائے جایئے کم نہیں ہوتا۔

۳۰ دارم دلِ شاد و دیدہ بینائے — وز کرّیِ گوشم نبود پروائے

خوب ست کہ نشنوم ز ہر خود رائے — گلبانگ اَنَا رَبُّکُمُ الاَعلائے

کہتا ہے کہ مجھکو کرّیِ گوش یعنی ثقلِ سماعت کی کچھ پروا نہیں، بلکہ اسکو بہتر سمجھتا ہوں کیونکہ میں خود پسندوں کی زبان سے انا ربکم الاعلیٰ (جو کہ فرعون کا مقولہ ہے) نہیں سنتا۔

۳۱ اے کردہ بآرائشِ گفتار بسیج — در زلفِ سخن کشودہ راہِ خم و پیچ

عالم کہ تو چیز دیگرش میدانی — ذاتے ست بسیط منبسط دیگر ہیچ

بسیچ۔ قصد۔ زلفِ سخن میں خم و پیچ کی راہ کھولنے سے مراد بیان میں پیچیدگی پیدا کرنی۔ کہتا ہے کہ عالم جسکو تونے کچھ اور چیز سمجھ رکھا ہے۔ وہ صرف ذات واحد ہے جو بسیط ہے یعنی مرکب نہیں۔ اور منبسط ہے یعنی تمام فضا میں پھیلی ہوئی ہے۔ بس اسکے سوا کچھ نہیں۔

۳۲ اے تیرہ زمیں کہ بودۂ بسترِ من — ہر خاک کہ باتست ہمہ بر سرِ من

زر بہرِ کسان و بہرِ من دانہ و دام!! — اے مادرِ دیگران و مادندرِ من

مادندر سوتیلی ماں کو کہتے ہیں۔ زمین سے خطاب کرتا ہے کہ اوروں کے لئے تو تجھپر سونا بچھا ہوا ہے، اور میرے لئے دانہ و دام کے سوا کچھ نہیں، گویا تو اوروں کی ماں ہے اور میری ماندر ہے۔ یہ مضمون

تھوڑے تھوڑے فرق سے رودکی اور فرخی نے بھی باندھا ہے، مگر مرزا کے ہاں سب سے عمدہ طور پر بندھا ہے۔ رودکی کہتا ہے "جہانا چہ بینی تو از بچگاں ❊ کہ مادر گہے گاہ مادندری" اور فرخی کہتا ہے۔ "مہرِ فرزندی بر خواجہ فگندہ ست جہاں ❊ این جہاں مادرِ اونیست کہ مادندرِ اوست"

۳۳ آنرا کہ ز دست بے زری پامال ست — رسوائی نیز لازمِ احوال ست

ما خشک لبیم و خرقہ آلودہ بمے — ساقی مگرش پیالہ از غربال ست

کہتا ہے۔ کہ مفلس آدمی کے لئے یہ بھی ضرور ہے کہ رسوا اور بدنام ہو۔ چنانچہ ہمکو دیکھو! کہ ہمارے ہونٹ تو خشک ہیں، اور کپڑے شراب میں آلودہ ہیں، گویا ساقی کا جام چھلنی کا بنا ہوا ہے کہ منہ تک آتے آتے ساری شراب کپڑوں پر ٹپک جاتی ہے۔ قاعدہ ہے کہ مفلس آدمی جو شراب پینے لگتا ہے وہ بہت جلد بدنام اور رسوا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ کبھی کلال کی دوکان پر جاکر ہاتھ پسارتا ہے، اور جو تھوڑی بہت مل جاتی ہے تو بدمست ہو کر اسکی دوکان ہی پر یا راہ میں گر پڑتا ہے، اور آتے جانے والے سب اسکو دیکھتے ہیں، کبھی کلال کے دام چڑھ جاتے ہیں تو اس سے بازار میں تکرار ہوتی ہے اور سب لوگ دیکھتے ہیں۔ حالانکہ کبھی اسکو اطمینان سے سیر ہو کر شراب پینی میسر نہیں ہوتی۔ اس حالت کو اس تمثیل کے پیرائے میں بیان کیا ہے کہ گویا ساقیِ تقدیر ہمکو چھلنی کے پیالے میں شراب دیتا ہے کہ ہونٹ تک تر نہیں ہوتے اور کپڑے سارے شور بور ہو جاتے ہیں۔ ایسی بلیغ تمثیلیں بہت کم دیکھی گئی ہیں۔

۳۴ اے دادہ بباد عمر در لہو و فسوس — زنہار مشو ز رحمتِ حق مایوس

ہشدار اگر آتشِ جہنم حق را — تہذیب غرض بود نہ تعذیبِ نفوس

فسوس۔ ہزل و استہزا۔ کہتا ہے کہ جہنم میں ڈالنے سے بندوں کو تکلیف دینی مقصود نہیں ہے؛

بلکہ جس طرح سونے کو آگ میں تپانے سے اُسکی کھوٹ نکالنی منظور ہوتی ہے اِسی طرح آتش جہنم سے نفوسِ انسانی کو مہذب کرنا مقصود ہے۔

۳۵ یارب تو کجائی کہ بہ ما زر ندہی　　بیدرد خدائی کہ بما زر ندہی

نے نے۔ تو نہ غائبی، و نے بیرحمی　　بے مایہ چو مائی کہ بما زر ندہی

اِس رباعی میں مرزا کی شوخی و گستاخی حد سے زیادہ گذر گئی ہے۔ دارالافتا میں تو یقیناً اُسپر کفر کا فتوے دیا جائیگا؛ لیکن ہمارے نزدیک ایسے کلام سے بجائے کفر کے زیادہ تر قائل کے ایمان اور یقین پر استدلال ہوتا ہے۔ صاف پایا جاتا ہے کہ سائل معاش کی تنگی و فراخی و خوشحالی و بدحالی کو محض خدا کی طرف سے جانتا ہے؛ اور تدبیر و عقل و دانش کو اُس میں بالکل عاجز و درماندہ سمجھتا ہے؛ یہاں تک کہ جب معاش سے بہت تنگ ہوتا ہے تو یہ نہیں خیال کرتا کہ ہمنے تدبیر نہیں کی، یا تدبیر میں ہمسے غلطی ہوگئی، یا ہماری کاہلی و سستی سے یہ تنگدستی ہمکو نصیب ہوئی؛ بلکہ نہایت تعجب کے ساتھ خدا کی جناب میں عرض کرتا ہے کہ کیا تیرا خزانہ خالی ہوگیا ہے۔ جو ہم کو کچھ نہیں ملتا؛ ہاں اِس قسم کے خطابات آدابِ شریعت کے بالکل خلاف ہیں؛ اور ایسے ہی خطابات کی نسبت کہا گیا ہے۔

"مابروں را ننگریم و قال را　　ما دروں را بنگریم و حال را"

قصائد مرزا کے قصائد۔ جن میں قطعات، نوحے، ترکیب بند، ترجیع بند، مخمس وغیرہ بھی شامل ہیں۔ کیا باعتبار کمیت اور کیا بلحاظ کیفیت کے اُنکے اصنافِ نظم میں سب سے زیادہ ممتاز صنف ہے؛ اگرچہ مرزا کی غزل کا ایک معتدبہ حصہ متاخرین کے طبقے میں کسی بڑے سے بڑے نامور و مسلم الثبوت

اُستاد کی غزل سے گرا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اکثر کی غزل پر ہر ایک لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے؛ مگر اسی کے ساتھ غزلیات کا ایک دوسرا حصہ ایسا بھی ہے جسمیں تغزل کی شان یعنی عام فہم اور خاص پسند ہونا۔ بہت کم پایا جاتا ہے۔ بخلاف قصیدے کے کہ اُسمیں قصیدے کی شان جیسی کہ ہونی چاہیے اوّل سے آخر تک یکساں طور پر جلوہ گر ہے۔

قصائد میں مرزا نے کہیں خاقانی کا تتبع کیا ہے کہیں سلمان و ظہیر کا اور کہیں عرفی و نظیری کا؛ اور ہر ایک منزل کامیابی کے ساتھ طے کی ہے۔ مرزا کی تشبیب بہ نسبت مدح کے نہایت شاندار اور عالی رتبہ ہوتی ہے؛ اور اسی سے قصیدے کی پستی و بلندی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ مشرقی شاعری میں عموماً اور ایران کی شاعری میں خصوصاً کوئی مضمون مدح و ستائش سے زیادہ پھیکا سیٹھا ٹھنڈا اور بے لطف نہیں ہوتا؛ علی الخصوص متاخرین نے مبالغہ کی لَے بڑھاتے بڑھاتے مدح کو ہجو کے درجے تک پہنچا دیا ہے؛ اور اِس کلیہ سے مرزا کی مدح بھی مستثنے نہیں۔ البتہ عرفی نے مدحیہ مبالغوں میں ایک قسم کا بانکپن پیدا کیا ہے جو اُسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ جس طرح قدما کے قصائد میں وہ آن نہیں پائی جاتی اسی طرح مرزا کے قصائد بھی اُس سے مُعرّا ہیں۔ لیکن مرزا کے اکثر قصیدوں کی تشبیبیں کچھ شک نہیں کہ عرفی کی تشبیبوں سے سبقت لیگئی ہیں۔

چونکہ مرزا کے تمام قصائد اور اُنکے ملحقات کے انتخاب کی اِس مختصر میں گنجایش نہیں ہے اسلئے ہم ایک آدھ پورا قصیدہ اور باقی صرف چند تشبیبیں۔ اور ایک آدھ مدح اور کچھ قطعے اور نوحے بطور نمونے کے اِس مقام پر نقل کرتے ہیں اور اخیر میں مرزا کا ایک ترکیب بند